باب سوم

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم بطور مثالی سربراہِ خاندان

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
نبی کریم ﷺ کی بطور سربراہ خاندان تعلیمات سے واقف ہو کر اپنی عملی زندگی کو ان کے مطابق ڈھال سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

- نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہ خاندان (تعلیمی، اخلاقی اور نفسیاتی) کردار کے متعلق جان سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہ خاندان مختلف افراد (بزرگوں، ازواج، اولاد، بہن بھائیوں اور دیگر اراکین خاندان) سے حسنِ تعامل کو سمجھ سکیں۔
- سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں پر عمل کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ:

- سیرتِ نبوی ﷺ سے سربراہ خاندان کی عملی مثالیں جان کر انھیں اپنی عملی زندگی میں شامل کرتے ہوئے معاشرے اور خاندان کے استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔
- سیرتِ نبوی کی روشنی میں سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کرنے کے ثمرات حاصل کر کے دنیوی راحت اور اخروی سعادت حاصل کر سکیں۔

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی انسانی زندگی کا ایسا کامل نمونہ ہے جس سے زندگی کے تمام مراحل میں راہ نمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سربراہِ خاندان کی حیثیت سے ایسا اسوہ چھوڑا جو کہ تمام انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ سربراہِ خاندان کی حیثیت سے آپ ﷺ کا گھر کے تمام افراد کے ساتھ الفت و محبت اور احساس ذمہ داری کا تعلق ہمارے لیے اُسوہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو اور میں تم میں سے اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں"۔ (سنن ترمذی: 3895)

نبی کریم ﷺ کا اپنی رضاعی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کی حقیقی والدہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی رضاعی ماؤں کے ساتھ حسنِ سلوک کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ اپنی رضاعی ماں حضرت ثُویبہ رضی اللہ عنھا کا بہت احترام، توقیر اور خوب اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ جب بھی وہ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے آتیں تو آپ ﷺ ان کی توقیر اور عظمت کا بھرپور خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ انھیں مال و اسباب سے نوازتے اور ان کی ضروریات کو بھی پورا فرماتے۔ ہجرت کے بعد بھی آپ ﷺ نے اسی خبر گزاری اور خدمت گزاری کے اسوہ کو برقرار رکھا۔ مکہ مکرمہ جانے والوں کے ذریعہ ان کی خدمت میں کپڑے اور تحائف بھیجا کرتے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنھا جن کی آغوشِ تربیت و شفقت میں آپ ﷺ نے بچپن کے پانچ سال گزارے، جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ فرطِ احترام و محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی چادر مبارک ان کے لیے بچھا کر ماؤں کی توقیر و تکریم کا عملی مظاہرہ فرماتے۔

نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماؤں میں حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنھا بھی غیر معمولی مقام کی حامل ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کو بچپن ہی سے

حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا سے خاص لگاؤ اور شدید محبت تھی۔ آپ ﷺ سگی ماں کی طرح ان سے احترام اور توقیر کا معاملہ فرماتے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت اُمّ ایمن کو ماں کہتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کا اپنے بزرگ رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں بزرگوں کا ادب واحترام اور ان کی توقیر کا بہت کثرت سے ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ کا اپنے چچاؤں، پھوپھیوں اور اپنے والدین کی طرف سے رشتہ داروں سے حسن سلوک بھی مثالی تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اپنے چچا جناب ابو طالب سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے وصال والے سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال قرار دیا اور ان کے وصال کے بعد آپ ﷺ اکثر ان کی بھلائیوں کو یاد فرمایا کرتے تھے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی کرب ناک شہادت پر آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے زار و قطار آنسو دیکھے تو آپ ﷺ بھی بے اختیار رونے لگے، پھر اپنی پھوپھی کو تسلی دیتے ہوئے صبر کی تلقین کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کو آرام پہنچائے اور خدمت کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے"۔ (صحیح ابن حبان: 1408)

نبی کریم ﷺ کا اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ حسنِ سلوک:

نبی کریم ﷺ نے بحیثیت شوہر بھی امت کے لیے ایک بہترین اور کامل نمونہ چھوڑا ہے۔ آپ ﷺ ازواجِ مطہرات کے حقوق ادا کرنے میں ہمیشہ عدل و مساوات کو ملحوظِ خاطر رکھتے تھے۔ روزانہ نماز عصر کے بعد آپ ﷺ تمام ازواجِ مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے، جب رات ہو جاتی تو اس گھر تشریف لے جاتے جس کی باری ہوتی اور شب وہیں بسر کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ باری کی اتنی پابندی فرماتے کہ کبھی ہم میں سے کسی کو کسی پر ترجیح نہ دیتے اور شاذ و نادر ہی ہوتا کہ آپ ﷺ سب ازواجِ مطہرات کے ہاں روزانہ تشریف نہ لے گئے ہوں۔ آپ ﷺ اپنی ازواج کے ساتھ حسنِ معاشرت، ان کی تمام تر ضروریات کی تکمیل کی فکر، وقت دینے، خیال رکھنے، جذبات و احساسات کی رعایت کرنے، نرم خوئی، کشادہ روی، خوش طبعی اور ہنسی مذاق میں ایک مثالی شوہر کا کامل نمونہ تھے۔

آپ ﷺ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن کی سہولت کی خاطر گھر کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹا دیا کرتے، جیسا کہ آپ ﷺ بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑے پر پیوند لگا لیتے، جوتے کی مرمت فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ اہم امور میں ازواجِ مطہرات سے مشاورت بھی فرماتے اور مختلف امور میں آپ ﷺ نے ان کے مشوروں پر عمل بھی کیا، جیسا کہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مشورے سے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ سے کیا۔

نیز آپ ﷺ نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کو بہترین اخلاق قرار دیتے ہوئے فرمایا: "مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں بہتر ہو، اور تم میں بہتر لوگ وہ ہیں جو بیویوں کے لیے بہتر ہیں" (سنن ترمذی: 1162)

نبی کریم ﷺ کا اپنے بچوں اور نواسوں سے حسن سلوک:

آپ ﷺ کا بچوں کے ساتھ مشفقانہ برتاؤ اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حکمت اور بصیرت کے ساتھ ان کی تربیت کرنے کا اسوہ ہر شخص کے لیے رہنما اور رہبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ ﷺ غارِ حرا سے واپس تشریف لاتے تو بچے آپ ﷺ کو گھیر لیتے، آپ ﷺ ان کو گود میں اٹھا لیتے اور ان کی پیاری پیاری باتوں سے خوش ہوتے۔ آپ ﷺ کی بچوں پر شفقت اور رحمت اس درجے کی تھی کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو اپنی اولاد پر شفیق نہیں دیکھا۔ (صحیح مسلم: 6026)

سیرتِ طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو رضاعت کی غرض سے شہر کی بالائی بستی میں بھیجا ہوا تھا، آپ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے انہیں گود میں اُٹھاتے، بوسہ دیتے اور پھر لوٹ آتے۔ ان کی وفات پر آپ ﷺ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ نبی کریم ﷺ والد ہونے کی حیثیت سے اپنی تمام بیٹیوں سے نہایت محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے، ان کی مکمل خبر گیری رکھتے اور ان کی ضروریات کی تکمیل اور راحت رسانی کے لیے فکر مند رہتے۔ آپ ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا جب بھی اپنے والدِ محترم آنحضرت ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ ﷺ نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال کرتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیٹیوں کی عظمت و توقیر اور ان کا احترام کرنے کی عملی تعلیم دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ہاں آتیں، تو آپ ﷺ ان کے استقبال کے لیے اٹھ کر آگے بڑھتے، انہیں بوسہ دیتے، انہیں خوش آمدید کہتے، ان کے ہاتھ کو تھامتے اور انھیں اپنی جگہ پر بٹھا دیتے۔ (صحیح ابن حبان: 6953)

نبی کریم ﷺ کو اپنے نواسوں اور نواسیوں سے بھی بہت زیادہ لگاؤ اور غیر معمولی محبت تھی۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ دل لگی کیا کرتے، انھیں گود میں بٹھاتے، انھیں چومتے، ان کے لیے دعا فرماتے، تاکہ امت کو معلوم ہو جائے کہ بیٹیوں کے بچوں کے ساتھ کس طرح شفقت و محبت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا میں میرے پھول ہیں۔ (صحیح بخاری: 3753) رسول اللہ ﷺ بعض اوقات اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہما کو اٹھا کر نماز پڑھاتے تھے۔ جب سجدہ کرتے تو انہیں بٹھا دیتے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں اٹھا لیتے۔ (سنن ابو داؤد: 917)

اسوۂ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد و ثمرات

بطور سربراہ خاندان رسول ﷺ کے اسوہ کی اتّباع سے ہمیں روز مرّہ زندگی میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہ خاندان کے عملی اسوہ پر عمل کرنے سے خاندانی نظام میں ایک دوسرے کی توقیر اور ادب و احترام پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنے کے جذبات فروغ پاتے ہیں۔ خاندان کے افراد ایک دوسرے کی بے توقیری، بے قدری اور بے اکرامی جیسے منفی پہلوؤں سے اجتناب کرتے ہیں۔ ایک مثالی سربراہ خاندان کا کردار ادا کرتے ہوئے ایک مثالی مسلم معاشرے کی تکمیل کا فریضہ انجام دیا جا سکتا ہے۔ عائلی اسوہ نبوی ﷺ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں گھر کے سارے افراد سے محبت، شفقت، الفت، خیر خواہی اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے، خواہ وہ بزرگ ہوں، چھوٹے ہوں، بڑے ہوں، مرد ہوں یا عورتیں ہوں۔ حسنِ سلوک کا یہ رویہ صرف گھر کے افراد تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ باقی خاندان کے افراد کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمیں بڑوں کے احترام کے ساتھ ساتھ چھوٹوں کے ساتھ بھی الفت و رحمت کا معاملہ کرنا چاہیے اور درمیان کے لوگوں کی بھی رعایت کرنی چاہیے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ آپ ﷺ نے کس کو دنیا میں اپنا پھول قرار دیا؟

الف۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
ب۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
ج۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو
د۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو

۲۔ نبی کریم ﷺ کس نماز کے بعد سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے گھر جایا کرتے تھے؟

الف۔ فجر　ب۔ ظہر　ج۔ عصر　د۔ مغرب

۳۔ نبی ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنھا کے پاس بچپن کے کتنے سال گزارے؟

الف۔ تین　ب۔ چار　ج۔ چھ　د۔ پانچ

۴۔ آپ ﷺ نے کن کو اپنی ماں قرار دیا؟

الف۔ اُم ایمن رضی اللہ عنھا　ب۔ اُم فروہ رضی اللہ عنھا　ج۔ اُم درداء رضی اللہ عنھا　د۔ اُم سلمٰی رضی اللہ عنھا

۵۔ عام الحزن سے کیا مراد ہے؟

الف۔ غم کا سال　ب۔ رونے کا سال　ج۔ خوشی کا سال　د۔ آسانی کا سال

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ مثالی سربراہ خاندان کے دو اوصاف تحریر کریں؟

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے ان کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے ساتھ حُسنِ تعامل کی دو مثالیں لکھیں۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ میں سے دو کا نام لکھیں۔

۴۔ اولاد اور بچوں پر شفقت کے بارے میں آپ ﷺ کا اسوہ کیا تھا؟

۵۔ رسول اللہ ﷺ نے کس کو والد اور والدہ کے قائم مقام قرار دیا ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے بطور والد اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہ خاندان اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک کے عملی واقعات لکھیں۔

۳۔ اسوہ نبوی ﷺ سے مثالی سربراہ خاندان کی خوبیوں کو ہم کیسے اپنا سکتے ہیں اور ان پر کب اور کہاں عمل کر سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہ خاندان کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روزمرہ زندگی میں سربراہ خاندان کی ایسی دس خوبیوں کی فہرست بنائیں جن کو اپنا کر ایک مثالی خاندان کی تشکیل کی جا سکتی ہے۔
- نیچے دیے گئے سربراہ خاندان کے رویوں میں سے درست اور غلط رویوں کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

مشاورت	بے جا سختی	نگرانی	بے جا تنقید	حوصلہ افزائی	اظہار رائے کی آزادی

- سربراہ خاندان کی ذمہ داریوں میں سے پانچ ایسی ذمہ داریوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ذمہ داریاں	بلوں کی ادائیگی	پودوں کی دیکھ بھال	سودا سلف کی خریداری	باورچی خانہ کی دیکھ بھال	گھر کی صفائی	ہجوم والی جگہوں پر افراد خانہ کی نگرانی	تنازعات کا حل	مشاورت

برائے اساتذہ کرام

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہ خاندان کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔

نبی کریم ﷺ بطور مثالی سربراہِ ریاست

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:
نبی کریم ﷺ کے بطور سربراہ ریاست تعلیمات سے واقف ہو کر اس صفت کو ضرورت پڑنے پر اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم	صلاحیت
• سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سربراہ ریاست کے اوصاف اور کردار کی عملی مثالیں جان سکیں۔ • نبی کریم ﷺ کی بطور سربراہ ریاست نبوی منہج (جہاد کے ذریعے امن وامان، استحکام، ترقی، بین الاقوامی تعلقات، امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کے بارے میں شعور حاصل کر سکیں۔ • ریاست مدینہ کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ سے نظم ونسق کی مثالیں سمجھ سکیں۔ • سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں سربراہ ریاست کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔	• سیرتِ نبوی ﷺ سے سربراہ ریاست کی عملی مثالوں کو بوقت ضرورت اپنے کردار کا حصہ بنا سکیں۔ • سربراہ ریاست کے نمایاں اوصاف کو اپنی مختلف سربراہی حیثیتوں میں عملی طور پر اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت کو سنوار سکیں۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی بحیثیت ایک مربّی اور معلم اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ، ایک سربراہِ ریاست اور مدبرِ کامل کی حیثیت سے بھی اسوہ اور عملی مثال ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے قیام، استحکام اور انتظام وانصرام میں ایسے عملی اقدامات اختیار فرمائے کہ جس کے نتیجے میں ایک مثالی ریاست وجود میں آئی اور امت کو ریاست کے انتظام وانصرام کا عملی نمونہ ملا۔ سربراہِ ریاست کے ان اوصاف میں سے چند یہ ہیں:

عدل وانصاف:

مثالی سربراہِ ریاست کے اوصاف میں سب سے اہم عدل وانصاف کا حامل ہونا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بطور سربراہِ ریاست مختلف ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری معاشرہ میں عدل وانصاف کی ترویج تھی۔ ریاست کے تمام طبقات کے ساتھ یکساں قانونی برتاؤ، فیصلوں اور اُن کے نفاذ میں اعلیٰ وادنیٰ کی تقسیم کا خاتمہ اِس مثالی حاکمیت کا بنیادی عنصر تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے بطورِ حاکم فرضِ منصبی ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (سورۃ المائدۃ: 42)

ترجمہ: "اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیجیے بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔"

آپ ﷺ نے بطور حاکم ہر فیصلے کی بنیاد عدل پر رکھی، کسی کے حق میں یا اس کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے کبھی بھی اس کے کمزور یا طاقتور یا مسلمان اور غیر مسلم اور دیگر امتیازی پہلوؤں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا بلکہ فیصلے کی بنیاد ہمیشہ عدل وانصاف پر رکھی۔

ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا ہوا تو دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مقدمہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فریقین کے بیانات سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ فرمادیا۔ یوں رسول اللہ ﷺ کا ہر فیصلہ حق اور سچ کی بنیاد پر ہوتا تھا۔

ذاتی مفادات سے کنارہ کشی:

حضور ﷺ نے بطور سربراہِ ریاست اپنی ذات کے مفادات کی طرف ذرہ بھر التفات نہ کیا۔ ایک مرتبہ جب مکہ مکرمہ کے سرداروں کا ایک وفد جناب ابو طالب کے پاس حاضر ہوا تو اُن کی جانب سے نبی کریم ﷺ کو پیش کش کی گئی کہ اگر تم دولت کے لیے یہ سب کچھ کر رہے ہو تو ہم تمھارے واسطے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ تم اہلِ مکہ میں سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر سرداری حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم اس پر راضی ہیں کہ تمھیں قریش کا سردار بنادیں، غرضیکہ اگر تم ہمارے اِس رستہ سے ہٹ جاؤ تو اس کے بدلے میں ہم تمھارا ہر مطالبہ پورا کر دیں گے۔ اِس رشوت کے لالچ کا آپ ﷺ نے تاریخی جواب دیا اور فرمایا:

چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں اور مجھ سے کہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا میں اس راستے میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔" (سیرت ابن ہشام: 265/1، 266) سیرتِ نبوی ﷺ کا یہ واقعہ ذاتی مفادات قربان کرنے کی اہم مثال ہے۔

نظم و نسق:

نبی کریم ﷺ نے شہری نظم و نسق کو دو حصوں میں تقسیم کیا: مرکزی اور صوبائی نظم و نسق۔ مرکز میں آپ ﷺ خود بطور والیِ ریاست متمکن تھے، لیکن جب کبھی سفر کی ضرورت در پیش ہوتی تو اپنا کوئی نہ کوئی نائب مقرر کر کے جاتے، جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام آتے ہیں۔ آپ ﷺ کی جانب سے متعدد گورنر متعین تھے، جنھیں آپ ﷺ نے قرآن و سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے وسیع اختیارات عطا فرما رکھے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ صوبے میں مقامی منتظمین، ۱۲ عدد نقیب (ذمہ داران) اور ۸ عدد قاضی متعین فرمائے، جو فیصلے کرنے میں پوری طرح آزاد تھے۔

ذمہ داری سونپنے کا معیار:

حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے ہوئے اس کی ظاہری حالت، مالی وجاہت، کسی کی سفارش کے بجائے اس کی صلاحیت اور قابلیت کو پیشِ نظر رکھتے اور ان اوصاف کی بنیاد پر ذمہ داری سونپتے تھے۔ مثلاً عاملینِ صدقات کی تقرری کے لیے کچھ اوصاف جن سے متصف ہونا ضروری تھا ان میں سب سے پہلا وصف بلاشبہ انتظامی صلاحیت تھی۔ تقرری کے علاقے یا قبیلے کے جغرافیائی اور قبائلی حالات سے واقفیت بھی ایک اہم شرط تھی۔ اس کے علاوہ سب سے اہم شرط یہ تھی کہ منصب کے امیدوار کا کردار بے داغ، اخلاق بلند، عملی زندگی تقویٰ و خشیتِ الٰہی سے مالا مال اور حرص و طمع سے آزاد ہو، اسی طرح اس میں قوتِ فیصلہ، مشاورت اور شفقت و رحمت کا عنصر بھی موجود ہو۔

سفارت کاری اور خارجہ پالیسی:

نبی کریم ﷺ نے سربراہِ ریاست کے طور پر جہاں داخلی معاملات اور نظم و نسق کے حوالے سے عملی اصول اور قوانین مقرر فرمائے، وہیں آپ ﷺ نے سفارت کاری اور خارجہ پالیسی کے حوالے سے بھی کامل اسوہ پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کا اہم نکتہ اسلام کی دعوت کے

ذریعے اس کا غلبہ اور اس کی بالادستی کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنا تھا۔ اسی وجہ سے مدینہ منورہ آنے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے شہر کے آس پاس آباد قبائل سے معاہدہ کرنا اور ان میں صلح کروانا ضروری سمجھا، چنانچہ اوس، خزرج اور یہود کو اکٹھا کر کے ایک میثاق لکھا گیا جس کا بنیادی مقصد، امن اور امدادِ باہمی تھا۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ علیہم کو یہ ہدایت دیا کرتے تھے کہ دوسری قوموں کے سامنے پہلے اسلام پیش کرو، اگر وہ اسے قبول نہ کریں تو اس بات کی دعوت دو کہ وہ اسلام کی بالادستی اور برتری تسلیم کریں اور اس کے فروغ و نفاذ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر وہ اسلام بھی قبول نہ کریں اور اس کی اشاعت میں رکاوٹ بھی بنیں تو ان سے جہاد کرو۔ نبوی سفیروں کو ان کے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے سفارت کاری کے لیے بھی ایسے لوگوں کا انتخاب فرمایا جو اس فن سے واقفیت اور اس کا تجربہ رکھتے تھے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کا انتخاب فرمایا جو آدابِ سفارت کاری اور ان لوگوں کی زبان اور ثقافت سے بھی واقف تھے جن کی طرف انہیں سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔

مشاورت:

ایک مثالی سربراہِ ریاست کے لیے مشاورت کا عمل ناگزیر ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کے مثالی سربراہ ریاست کے اسوہ سے مشاورت کا یہ پہلو بہت غیر معمولی طور پر نظر آتا ہے، چاہے وہ انفرادی معاملات ہوں یا اجتماعی، امن کے معاملات ہوں یا جنگ کے۔ نبی ﷺ نے شاہانہ نظام کی بجائے شورائی نظام کو پسند فرمایا۔ آپ ﷺ کو اگرچہ براہِ راست وحیِ الٰہی کی رہنمائی حاصل تھی اور آپ ﷺ کسی معاملے میں دوسروں سے مشورہ لینے کے محتاج نہیں تھے لیکن شورائی نظام قانون سازی اور تدبیرِ مملکت کے نقطۂ نظر سے چونکہ ضروری تھا اس لیے حکمتِ الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ نبی ﷺ خود اپنے طرزِ عمل سے اس کی بنیاد رکھیں اور یہی حکم آپ ﷺ کو قرآنِ مجید میں دیا گیا:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۃ آل عمران:159)

ترجمہ: "تو آپ اُن سے درگزر کیجیے اور اُن کے لیے بخشش مانگیے اور (ضروری) معاملات میں اُن سے مشورہ کیجیے۔"

اس ہدایت پر نبی ﷺ نے بہت اہتمام کے ساتھ عمل فرمایا، اس کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے نبی ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ لیتے رہنے والا کبھی کسی شخص کو نہیں پایا۔" (سنن ترمذی:1714)

آپ ﷺ ہر فن کے آدمی سے اس کے فن سے متعلق مشاورت فرماتے تھے اور اس کی رائے اور مشاورت کو اہمیت دیتے ہوئے نہ صرف قبول فرماتے تھے بلکہ آئندہ بھی اسے مشاورت کے عمل میں شریک رکھتے تھے۔

بے سہارا لوگوں کی کفالت:

رسول اکرم ﷺ نے ایک فلاحی اور رفاہی ریاست کا نظام دیا جسے آج کی دنیا میں ویلفیئر سوسائٹی کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک حدیث کے مطابق ارشاد فرمایا کہ میں مسلمانوں سے ان کی خود اپنی ذات سے بھی زیادہ قریب ہوں اس لیے ان مسلمانوں میں جو کوئی وفات پائے اور قرض چھوڑے تو اس کی ادائیگی کی ذمہ داری میری ہے (صحیح بخاری: 5371)۔

عوامی رابطہ:

حضور ﷺ سربراہِ ریاست جیسے بڑے عہدے اور مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی عوام سے دور نہیں تھے بلکہ ان کی پہنچ میں تھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ عوام سے حُسنِ سلوک سے پیش آتے اور ان کی خبر گیری بھی فرماتے۔ ان کے مسائل کو اطمینان سے سن کر حل بھی فرماتے۔

افراد کی تعلیم و تربیت:

عرب کے بدوؤں کو قانون کا پابند بنانے کے لیے آپ ﷺ نے ایک بہترین طرزِ عمل اختیار کیا اور وہ تھا شخصیت کی تعمیر۔ کیونکہ جب تک معاشرے کے افراد متحد اور نیک سیرت نہ ہوں، اس وقت تک نہ تو کوئی قانون پروان چڑھ سکتا ہے اور نہ ہی امن قائم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے آپ ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو بطور معلم مقرر کر رکھا تھا، جن میں مفتی، آئمہ مساجد اور موذنین بھی تھے۔

اسوہ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد و ثمرات

ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں ہم میں سے ہر دوسرا شخص کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی جگہ سربراہ کا کردار ادا کر رہا ہے، چاہے گھر میں اپنے ہی خاندان کا سربراہ ہو، یا اپنے آفس میں ٹیم لیڈر ہو، یا اپنے کاروبار کو دیکھ رہا ہو اور تمام ملازمین اس کے ماتحت ہوں وغیرہ وغیرہ، اگر رسول ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست کے اسوہ کی اتّباع کی جائے تو اس سے بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوتے ہیں، مثلاً اس سے معاشرے میں عدل و انصاف قائم ہوتا ہے، معاشرے کا نظم و نسق بہترین طریقے سے چلتا ہے، تمام امور مشاورت سے طے پاتے ہیں، امن وامان اور معاشرے میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری کو سمجھے اور جس سطح پر بھی خود کو سربراہ پائے تو آپ ﷺ کے اس اسوہ کو عمل میں لائے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ نبی کریم ﷺ نے فریقین کے بیانات سن کر کس کے حق میں فیصلہ فرما دیا؟

الف۔ مسلمان ب۔ مسیحی ج۔ مشرک د۔ یہودی

۲۔ نبی کریم ﷺ نے کتنے نقیب متعین فرمائے؟

الف۔ دس ب۔ گیارہ ج۔ بارہ د۔ تیرہ

۳۔ نبی کریم ﷺ نے اوس، خزرج اور یہود کو اکٹھا کر کے کیا لکھا؟

الف۔ حلف ب۔ بیع نامہ ۔ میثاق د۔ پروانہ آزادی

۴۔ اسلامی ریاست میں بے سہارا افراد کی کفالت کس کی ذمہ داری ہے؟

الف۔ بینک ب۔ بیت المال ج۔ شوریٰ د۔ عدالت

۵۔ حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے ہوئے کس چیز کو پیش نظر رکھتے؟

الف۔ عمر ب۔ قبیلہ ج۔ صلاحیت د۔ ثروت

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے کیا اقدامات فرمائے؟

۲۔ حضور ﷺ سفارت کاری کی ذمہ داری کسے سونپتے تھے؟

۳۔ ایسے تین اوصاف کا ذکر کریں جن کی بنیاد پر حضور ﷺ کسی کو ذمہ داری سونپتے تھے؟

۴۔ مشاورت کی اہمیت کے حوالے سے ایک آیت کریمہ اور حدیث مبارکہ کا ترجمہ لکھیں۔

۵۔ آپ ﷺ کے عوام کے ساتھ تعامل کے حوالے سے اسوہ لکھیں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست عدل وانصاف پر نوٹ لکھیں۔

۲۔ آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست سفارت کاری اور خارجہ پالیسی پر نوٹ لکھیں۔

۳۔ ہم آپ ﷺ کے بطور سربراہِ ریاست اسوہ کو اپنی زندگیوں میں کب اور کیسے اپنا سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سربراہِ ریاست کے چند عملی اقدامات کے واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- اسوۂ نبوی کی روشنی میں سربراہِ ریاست کے ان اوصاف کی فہرست بنائیں جس کے نتیجے میں ایک مثالی فلاحی ریاست بن سکتی ہے۔
- نیچے دیئے گئے سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے درست اور غلط رویوں کی نشاندہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان رویوں کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

خوش اخلاقی	اپنی رائے مسلط کرنا	مشاورت	تکبر	لوگوں کی خبر گیری	اختیارات کا ناجائز استعمال

- سربراہِ ریاست کے رویوں میں سے پانچ ایسے رویوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ رویے کن افراد کے ساتھ اختیار کریں گے۔

رویے	حوصلہ افزائی	عدل وانصاف کی فراہمی	یکساں مواقع کی فراہمی	مشاورت	محاسبہ	سزا	خیر خواہی	قانون کی پاسداری
افراد								

برائے اساتذہ کرام

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بطور سربراہِ ریاست چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم بطور مثالی سپہ سالار

حاصلاتِ تعلم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار سیرت سے واقف ہو کر اس صفت کو اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم

- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں سپہ سالار کے اوصاف اور
- ذمہ داریوں سے واقف ہو سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی جہاد میں بطور سپہ سالار (اعلاء کلمۃ اللہ، مشاورت امن و صلح کی ترجیح) تعلیمات کو جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں آداب جہاد، مقتولین کے بارے میں احکام، قیدیوں اور مفتوحین کے ساتھ حسن سلوک کو جان سکیں۔
- سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں سپہ سالار کی ذمہ داریوں پر عمل کرنے کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- سیرتِ نبوی ﷺ سے سپہ سالار کی ذمہ داریوں کی عملی مثالیں جان کر اسلام کے تصور جہاد اور دہشت گردی میں فرق کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی روشنی میں بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو بوقت ضرورت اپنی عملی زندگی میں شامل کر سکیں۔
- نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو روزمرہ زندگی میں اپنا کر معاشرے کے امن وامان اور استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

ریاست کے استحکام میں امن وامان کے قیام، تجارتی سرگرمیوں کے فروغ، داخلی انتظام، عدل وانصاف، نظم و نسق، قانون سازی کے ساتھ ساتھ عوام کے تحفظ کے لیے خارجی یلغار سے حفاظت کے لیے جنگ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ جنگ کو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے، مظلوموں کو ظالموں کے چنگل سے آزاد کرانے، حق کی سربلندی اور امن وامان قائم کرنے کے لیے استعمال کیا۔ بطور مثالی سپہ سالار آپ ﷺ نہ صرف شخصی خوبیوں سے متصف تھے بلکہ دوسروں کی خوبیوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے فن کے میدان میں بھرپور صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع فراہم کرتے اور ان کی حوصلہ افزائی اور تربیت کرتے اور افراد سازی کے وصف سے بھی متصف کرتے۔

رسول اللہ ﷺ کی شجاعت

بطور سپہ سالار آپ ﷺ کی خوبیوں میں سے ایک نمایاں خوبی بہادری اور شجاعت تھی۔ آپ ﷺ نہ صرف جنگ کے تنظیمی امور دیکھتے بلکہ عملاً سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر جنگ میں شریک ہوتے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت اہل مدینہ ایک زوردار آواز سن کر گھبرا گئے۔ پھر رسول کریم ﷺ حضرت ابو طلحہ کے ایک گھوڑے پر، جس کی پیٹھ ننگی تھی حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تنہا اطرافِ مدینہ میں سب سے آگے تشریف لے گئے۔ پھر آپ ﷺ واپس آکر صحابہ رضی اللہ عنھم سے ملے تو تلوار آپ ﷺ کی گردن میں لٹک رہی تھی اور آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ (صحیح بخاری: 4030) یہ ایک مثالی سپہ سالار کی عملی مثال ہے کہ وہ خوف اور دہشت کے وقت قیادت کرتا ہے اور لوگوں کو حوصلہ دیتا ہے۔

امید اور حوصلہ دینا:

ایک مثالی سپہ سالار کے اوصاف میں اپنے لوگوں کو پر امید رکھنا اور ان کے حوصلے بلند رکھنا بھی شامل ہے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگ کے ہر ہر موقع پر شریک ہوتے چاہے وہ حکمت عملی ہوتی یا عملاً قتال ہوتا۔ آپ ﷺ جنگ سے پہلے اور دورانِ جنگ اپنے لشکر کا حوصلہ بڑھاتے اور انہیں قتال کی ترغیب فرماتے۔ بدر کے موقع پر اپنے لشکر کو ترغیب دلاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "چڑھ دوڑو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، ان میں سے جو آدمی بھی ڈٹ کر، ثواب سمجھ کر، آگے بڑھ کر اور پیچھے نہ ہٹ کر لڑے گا اور مارا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا"۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر، ج2، ص435)

جنگی امور میں مشاورت

حکمِ الٰہی اور سنت نبوی ﷺ ہے کہ اسلامی حکومت کے تمام امور مسلمانوں کی باہمی مشاورت سے طے کیے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشاورت آپ ﷺ کا اہم جنگی اصول تھا اور ہمیں آپ ﷺ کے اسوہ سے اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ غزوہ بدر اور احد دونوں میں آپ ﷺ سے مشاورت ثابت ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر قریش نے مختلف قبائلِ عرب کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا، جب آپ ﷺ کو اس سازش کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے کو پسند فرما کر خندق کھودنے کا فیصلہ فرمایا۔ حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے سے سر منڈوایا جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کی اطاعت میں اپنے اپنے سر منڈوا دیے اور اپنے جانور ذبح کر دیے۔ اس سے ہمیں مشاورت کے عمل کو وسیع کرنے اور ہر جدید اور مفید مشورے کو قبول کرنے کے اسوہ نبوی ﷺ کا علم ہوتا ہے۔ گویا سپہ سالار وہی بہترین ہے جو صاحبِ فن کی مثبت رائے کو نہ صرف سراہے بلکہ اجتماعی اور وسیع تر مفاد کے لیے اسے قبول بھی کرے اور مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی بھی کرے۔

رسول اللہ ﷺ کی جنگی حکمت عملی

غزوہ احد میں رسول اکرم ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم قائم کرتے ہوئے جنگی نقطہ نظر سے اسے کئی صفوں میں تقسیم کیا۔ پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ منتخب فرما کر اسے جبلِ رُماۃ پر تعینات کیا۔ اس دستے کو تعینات کرنے کا مقصد یہ تھا کہ دشمن کے جوشہ سوار لشکرِ اسلام پر پیچھے سے حملہ کرنے کی کوشش کریں تو وہ ان پر تیر برسا کر مسلمانوں کے لشکر سے دور رکھیں۔ اس طرح مسلمانوں کا لشکر ایک طرف سے احد کے پہاڑ اور ایک طرف سے جبلِ رُماۃ کے درمیان محفوظ تھا اور پیچھے کی طرف سے اس کی حفاظت جبلِ رُماۃ پر قائم تیر انداز کر رہے تھے اور سامنے دشمن کا لشکر تھا۔

جنگی آداب

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (سورۃ البقرۃ:190)

ترجمہ: "اور اللہ کی راہ میں (ان سے) لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں اور کسانوں کو قتل نہ کیا جائے (جبکہ یہ نہ لڑ رہے ہوں)، کسی کو قتل کرنے کے بعد اس کے اعضاء مثلہ نہ کیے جائیں، کھیتیوں اور درختوں کو برباد نہ کیا جائے اور نہ ہی جلایا جائے، قاصدوں کو قتل نہ کیا جائے، دشمن کے مال اور جائیداد کی لوٹ مار نہ کی جائے اور عبادت گاہوں اور ان کے مقدس مقامات کو منہدم نہ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسیران جنگ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچانے اور ان کے کھانے پینے اور لباس کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے:

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (سورۃ الدھر: 8)

ترجمہ: "اور وہ اس کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔"

امن و سلامتی کا قیام

آپ ﷺ نے بدامنی کے تمام اسباب و محرکات کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی بھر اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد میں امن و سلامتی اور صلح کے لیے متعدد اقدامات فرمائے جن میں حلف الفضول میں شرکت، قریشِ مکہ کی ایذا رسانی پر صبر، ہجرتِ حبشہ، ہجرتِ مدینہ، میثاقِ مدینہ اور اس جیسی کئی مثالیں شامل ہیں۔ اسی امن پسندی کا سب سے بڑا ثبوت صلح حدیبیہ ہے، جس میں آپ ﷺ نے امن و امان کی خاطر بیعتِ رضوان کے باوجود اہلِ مکہ کے ساتھ دس سال کے لیے جنگ بندی اور صلح کا تاریخی معاہدہ کیا۔

بطورِ سپہ سالار آپ ﷺ کے زیرِ کمان 74 کے قریب جنگیں لڑی گئیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے حسنِ انتظام کے ہی کرشمے ہیں کہ ان غزواتِ نبوی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فطری اور ظلم و زیادتی سے پاک غیر جانبدارانہ جنگیں تھیں اور ان میں عدل و مساوات کی جو سچی تصویریں ملتی ہیں ان سے نہ صرف گذشتہ قوموں کی جنگی بے راہ روی ختم ہوئی بلکہ مدینہ منورہ کے غیر مستحکم معاشرے کو ایک نئی روح اور دائمی زندگی مل گئی۔ اگر آج کے دور میں ہم بھی اپنے معاشرے میں امن و استحکام چاہتے ہیں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی اسی جنگی حکمتِ عملی کی ضرورت ہے جس نے مکہ مکرمہ کے سرکش لوگوں کو تابع کر لیا اور مدینہ منورہ کو ایک کامیاب اور مستحکم ریاست بنا دیا۔

اسوۂ نبوی ﷺ کی اتباع کے فوائد و ثمرات

بطورِ سپہ سالار رسول ﷺ کے اسوہ کی اتباع سے ہمیں روزمرّہ زندگی میں بے شمار فوائد و ثمرات حاصل ہوں گے، مثلاً شجاعت و بہادری کی صفات پیدا ہوں گی، باہمی تنازعات کو مشاورت سے حل کرنے میں مدد ملے گی، اسلام دشمن عناصر کی سازشوں کو کمزور کیا جا سکے گا، اسلام کی دفاعی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے میں مدد ملے گی وغیرہ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقاصد کو پورا کرنے، مشکلات اور آپس کے تنازعات کو حل کرنے کے لیے آپ ﷺ کے اسوہ کو اپنائیں اور جب کبھی ہمیں گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ، خاندان میں رشتہ داروں کے ساتھ اور کام کی جگہ پر اپنے احباب کے ساتھ تعلقات میں تنازعات اور الجھاؤ کا سامنا ہو تو حتی الامکان بدظنی، لڑائی جھگڑے، مار پیٹ اور گالی گلوچ سے بچیں اور اپنے تعلقات مزید بگڑنے سے بچائیں۔ یوں نہ صرف ہمارے معاشرے میں امن و سلامتی اور پیار و محبت کے جذبات کو فروغ حاصل ہوگا بلکہ ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ پر بھی بطریقِ احسن عمل پیرا ہو سکیں گے۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

ا۔ آپ ﷺ کا سب سے اہم جنگی اصول کیا تھا؟

الف۔ رحم دلی　　ب۔ امن　　ج۔ صفوں کی ترتیب　　د۔ مشاورت

۲۔ حدیبیہ کے موقع پر صلح کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کی کس رائے پر عمل کیا گیا؟

الف۔ سر منڈوانے کی ب۔ حج کی ج۔ عمرے کی د۔ لڑائی کی

۳۔ قرآن مجید میں جنگ کے حوالے سے کیا اصول بیان کیا گیا ہے؟

الف۔ تمام کفار کو قتل کر دو ب۔ حد سے تجاوز نہ کرو ج۔ جنھوں نے ظلم کیا انہیں مار دو د۔ نرمی اختیار کرو

۴۔ حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے کس کی خاطر صلح کی؟

الف۔ بھائی چارے کی خاطر ب۔ تجارت کی خاطر ج۔ امن وامان کی خاطر د۔ حکومت کی خاطر

۵۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ کتنے سال تک جنگ بندی اور صلح کا معاہدہ کیا؟

الف۔ نو سال ب۔ دس سال ج۔ گیارہ سال د۔ بارہ سال

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ مسلمانوں کے بنیادی جنگی اصول کے بارے میں آیتِ کریمہ لکھیں؟

۲۔ مسلمانوں کے جنگی آداب میں سے تین بیان کیجیے۔

۳۔ آپ ﷺ کی جنگ سے پہلے مشاورت کی ایک مثال تحریر کریں۔

۴۔ بطورِ سپہ سالار آپ ﷺ کے زیرِ کمان کتنی جنگیں لڑی گئیں؟

۵۔ مسلمانوں کی جنگی حکمتِ عملی کے بنیادی مقاصد میں سے دو کا ذکر کریں۔

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ بطور سپہ سالار آپ ﷺ کی وہ کون سی خصوصیات ہیں جو آپ ﷺ کو دیگر لوگوں سے ممتاز کرتی ہیں؟

۲۔ نبی کریم ﷺ کی جنگی مشاورت پر نوٹ تحریر کیجیے۔

۳۔ حضور ﷺ کے بطور سپہ سالار اسوہ کو عملی زندگی میں کب، کیسے اور کہاں بروئے کار لایا جا سکتا ہے؟

سرگرمی برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے سپہ سالار کی خصوصیات کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- روز مرہ زندگی میں ہم نبی کریم ﷺ کی بطورِ سپہ سالار خصوصیات کو کب اور کہاں اپنا سکتے ہیں؟

برائے اساتذہ کرام

- مستشرقین کی طرف سے جہاد پر کیے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مذاکرہ کروائیں جس سے جہاد اور دہشتگردی میں فرق واضح ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی معاشی تعلیمات اور اُسوہ

حاصلاتِ تعلّم

اس سبق کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

نبی کریم ﷺ کی معاشی تعلیمات اور اسوہ سے واقف ہو کر اسے اپنی عملی زندگی میں اپنا سکیں۔

علم

طلبہ اس قابل ہو سکیں گے کہ وہ:

- سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلام کے معاشی نظام اور اس کی اہمیت جان سکیں۔
- سیرتِ نبوی ﷺ کی معاشی تعلیمات (ارتکازِ دولت کی مذمت، ذخیرہ اندوزی، سود کا خاتمہ، گردشِ دولت کے طریقے وغیرہ) سمجھ سکیں۔
- سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں معاشی تعلیمات پر عمل کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لے سکیں۔

صلاحیت

- سیرتِ نبوی ﷺ کی معاشی تعلیمات کی مثالوں سے سبق حاصل کرتے ہوئے ان کا عملی مظاہرہ کر سکیں۔
- نبوی آداب کے مطابق معاشی سرگرمیوں کو اپنا کر معاشرے کے معاشی استحکام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

معاش انسانی زندگی کا ایسا بنیادی رکن ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ رسول ﷺ نے زندگی کے باقی شعبوں کے ساتھ ساتھ معاش کے معاملے میں بھی ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور معاشی زندگی کے اصول اور مسائل کو خصوصی اہمیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے رزقِ حلال کے حصول کو فرض قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"فرائض کے بعد کسبِ حلال کی تلاش بھی فرض ہے۔" (شعب الإيمان للبيهقي: 8741)

آپ ﷺ نے مسلمانوں کے دیگر انفرادی اور اجتماعی معاملات کی طرح معاشی معاملات میں بھی رہنمائی فرمائی ہے جس کا دائرہ کار معاش اور کسبِ معاش کی اہمیت، کسبِ معاش کے اصول، معاشی سرگرمیوں میں مثبت پہلوؤں کو اختیار کرنے اور منفی پہلوؤں سے اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی تک وسیع ہے۔

کسبِ معاش کے اصول: اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے کسبِ معاش کے لیے کچھ اصول و ضوابط متعین کر دیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

محنت: ہر شخص کو اپنی استطاعت اور طاقت کے مطابق معاش کی فکر اور اس کے حصول کے لیے محنت کرنی چاہیے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"کسی آدمی نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔" (صحیح بخاری: 2072)

اس کی مثال ہمیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے ملتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے پاس سوالی بن کر آئے، آپ ﷺ نے ان سے ان کا ٹاٹ اور پیالہ منگوایا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہی ایک شخص کو دو درہم میں فروخت کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس انصاری کو ایک درہم دے کر فرمایا: اس کا گھر والوں کے لیے کھانا خرید لو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ کلہاڑی لے آیا تو آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے اس میں لکڑی کا دستہ ٹھونکا۔ پھر ان سے فرمایا: کہ جاؤ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر یہاں لا کر بیچا کرو اور پندرہ دن کے بعد میرے پاس آنا۔ پندرہ دن میں ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس درہم کمائے۔ چند درہموں کا کپڑا خریدا اور چند کا کھانا اور یوں آسودہ حال ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے اس چیز سے بہتر ہے کہ قیامت کے دن سوال کرنے کی وجہ سے تمہارے چہرے پر برا نشان ہو۔" (سنن ابوداؤد: 1641)

دیانت و امانت: کسبِ معاش کا ایک اہم وصف دیانت و امانت داری ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"سچا، امانت دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین (سچے لوگ) اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔" (سنن ترمذی: 1029)

صداقت:

معاش کے معاملات مثلاً تجارت وغیرہ میں سچ بولنا اور جھوٹ سے اجتناب کرنا ذریعہ معاش میں برکت کا باعث بنتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

"خریدنے اور بیچنے والوں کو اس وقت تک (بیع ختم کر دینے کا) اختیار ہے جب تک دونوں جدا نہ ہوں۔ پس اگر دونوں نے سچائی سے کام لیا اور ہر بات صاف صاف کھول دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بات چھپا رکھی یا جھوٹ کہی تو ان کی برکت ختم کر دی جاتی ہے۔" (صحیح بخاری: 2079)

ملاوٹ اور دھوکہ دہی سے پرہیز:

کسبِ معاش کی جدوجہد کے دوران حصولِ دولت کی بعض آسان راہیں بھی نکل آتی ہیں جنہیں اسلام قطعاً جائز قرار نہیں دیتا، مثلاً اشیاء کی کوالٹی کو تبدیل کر کے خراب شے کو زیادہ داموں میں بیچنا۔ ایک بار سرورِ کائنات ﷺ غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے، اپنا دستِ مبارک اس ڈھیر میں ڈالا تو انگلیوں پر کچھ تری محسوس ہوئی۔ غلے والے سے استفسار فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس ڈھیر پر بارش ہو گئی تھی، ارشاد فرمایا: پھر تم نے بھیگے ہوئے غلے کو اوپر کیوں نہیں رکھ دیا کہ لوگ اسے دیکھ لیتے! اور فرمایا: "جو شخص دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔" (صحیح مسلم: 284)

قسم سے اجتناب: رسول اللہ ﷺ نے معاشی خصوصاً تجارتی معاملات میں قسم کھانے سے ممانعت فرمائی ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"خرید و فروخت میں بہت زیادہ قسمیں کھانے سے بچو، کیونکہ اس سے گرم بازاری تو ہو جاتی ہے لیکن برکت جاتی رہتی ہے"۔ (صحیح مسلم: 1607)

سود کی ممانعت:

قرآن کریم نے سودی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جنگ قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

(سورۃ البقرۃ: 279)

ترجمہ: "پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اُس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم توبہ کر لو تو تم اپنے اصل مال کے حق دار ہو نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔"

مسلمان ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ اپنی کاروباری زندگی کو سہارا دینے کے لیے سودی لین دین کو جائز سمجھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: "گناہ میں یہ سب برابر ہیں۔" (صحیح مسلم: 4093)

قیمتوں میں بے جا اضافہ:

نبی کریم ﷺ نے قیمتوں میں بے جا اضافے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال و اسباب نہ بیچے اور یہ کہ کوئی (سامان خریدنے کی نیت کے بغیر دوسرے اصل خریداروں سے) بڑھ کر بولی نہ دے"۔ (صحیح بخاری: 2140)

گردشِ دولت:

اسلام کا معاشی نظام ارتکازِ دولت کی نفی کرتا ہے۔ اسلام میں دولت اکٹھی کرنے، ناجائز منافع کمانے اور ذخیرہ اندوزی جیسے کاموں سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ رسول ﷺ نے ذخیرہ اندوزی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"ذخیرہ اندوزی کرنے والا ملعون ہے"۔ (سنن ابن ماجہ: 2153)

ارتکازِ دولت کے برعکس اسلام نے ایسا نظام بنایا ہے جس کے ذریعے دولت معاشرے کے تمام افراد تک پہنچے اور دولت کی گردش کے اثرات سے معاشرے کے تمام افراد اور طبقات یکساں طور پر مستفید ہو سکیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، عشر (فصلوں کی زکوٰۃ)، قانونِ وراثت اور صدقہ و خیرات۔ مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ تقویٰ، حسنِ معاملہ، بہترین اخلاق، خود اعتمادی، وعدے کی پاس داری، وقت کی پابندی (خصوصاً دفاتر میں) اور مستقل مزاجی وہ خصوصیات ہیں جو انسان کی معاشی سرگرمیوں میں خیر و برکت کا وسیلہ بنتی ہیں۔

اُسوہ نبوی ﷺ میں معاشی تعلیمات کے فوائد و ثمرات

اللہ تعالیٰ اور نبی کریم ﷺ نے ان تمام امور کے متعلق ہدایات دی ہیں جو کسی بھی طرح معاشی جدوجہد کا حصہ ہوتے ہیں۔ سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جب عہدِ رسالت میں ان معاشی تعلیمات پر عمل درآمد کیا گیا تو پورے معاشرے کو اس کے فوائد و ثمرات حاصل ہوئے۔ لہٰذا جہاں ان معاشی تعلیمات نے لوگوں میں محنت، دیانت و امانت، صداقت اور دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کا جذبہ پروان چڑھایا، وہیں معاشی سرگرمیوں میں سے ملاوٹ اور دھوکہ دہی، تجارتی معاملات میں قسم کھانے، سودی لین دین، قیمتوں میں بے جا اضافہ اور ذخیرہ اندوزی کا خاتمہ ہوا۔ ان حدود و قیود کا خیال رکھنے سے صرف معاشی سرگرمی ہی نہیں بلکہ معاشرے کا پورا معاشی نظام پاکیزہ اور طیب ہو سکتا ہے، اور انسان کا اخلاقی اور روحانی مزاج بھی مستحکم ہوتا ہے۔

ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ کو سامنے رکھیں، رزق حاصل کرنے کے لیے حلال ذرائع اختیار کریں، چاہے کام چھوٹا ہو یا بڑا اور پیشہ کم تر ہو یا برتر۔ اسی طرح ان تمام منفی معاشی سرگرمیوں میں شرکت سے گریز کریں جن سے سیرت النبی ﷺ میں ممانعت کی گئی ہے تاکہ ہم نبوی معاشی تعلیمات کے فوائد و ثمرات سے خود بھی مستفید ہو سکیں اور معاشرے کو بھی اس کے مثبت اثرات سے بہرہ ور کر سکیں۔ اگر ہم اپنی معاشی زندگی کو آپ ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مطابق ترتیب دینے کی کوشش کریں اور ان کی ہدایات کو اپنائیں تو اس سے ہم اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں معاشی خوش حالی بھی حاصل کر سکتے ہیں اور معاشرے کے دیگر افراد کی ضروریات کو پورا کرتے ہوئے معاشرے کے معاشی استحکام میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

مشق

الف۔ درست جواب کا انتخاب کریں۔

۱۔ کسبِ حلال سے مراد ہے:

الف۔ علم حاصل کرنا　ب۔ حلال کمانا　ج۔ حلال خرچ کرنا　د۔ نوکری کرنا

۲۔ کسبِ حلال کا حصول ہے:

الف۔ فرض　ب۔ مستحب　ج۔ حرام　د۔ واجب

۳۔ کون سا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین (سچے لوگ) اور شہداء کے ساتھ ہوگا؟

الف۔ وقت کی پابندی کرنے والا ب۔ خود اعتماد ج۔ محنت کرنے والا د۔ سچا، امانت دار

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے ملعون قرار دیا:

الف۔ ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو ب۔ جھوٹ بولنے والے کو

ج۔ سستی کرنے والے کو د۔ جھوٹی قسم کھانے والے کو

۵۔ فصلوں کی زکوٰۃ کہلاتی ہے:

الف۔ عشر ب۔ صدقہ ج۔ فطرانہ د۔ قرضِ حسنہ

ب۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

۱۔ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟

۲۔ ملاوٹ اور دھوکہ دہی کو مثال سے واضح کریں۔ ۳۔ گردشِ دولت کے کیا فائدے ہیں؟

۴۔ سودی کاروبار کے بارے میں کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۵۔ ذخیرہ اندوزی سے کیا مراد ہے؟

ج۔ درج ذیل کے تفصیلی جواب دیں۔

۱۔ کسبِ معاش میں کن اصولوں کا خیال رکھنے اور کن باتوں سے بچنے کی ضرورت ہے؟

۲۔ معاشی سرگرمی کے اسلامی اصولوں میں سے دو پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے معاشی اسوہ کو ہم اپنی زندگی میں کہاں، کب اور کیسے بروئے کار لا سکتے ہیں؟

سرگرمیاں برائے طلبہ

- نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے معاشی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کے چند واقعات سنائیں جو سبق میں شامل نہ ہوں۔
- معاشی استحکام کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر اثرات کا جائزہ لیں۔
- نیچے دی گئی معاشی سرگرمیوں میں سے آپ کن کن میں حصہ لیتے رہے ہیں، ان کی نشان دہی کریں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ یہ کام آپ نے کب کیے، کس کی مدد سے کیے اور ان کے کیا اثرات مرتب ہوئے۔ یہ بھی بتائیں کہ اس میں آپ نے نبوی آداب پر کیسے عمل کیا۔

کمیٹی ڈالنا	پیسے جمع کرنا	شراکت داری	والدین کے کاروبار میں معاونت	ای کامرس	کھانے پینے اور دیگر اشیا کی خرید و فروخت

- سیرت نبوی کی روشنی میں کامیاب معاشی سرگرمیوں کے لیے پانچ ایسی خوبیوں پر نشان لگائیں جو آپ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ خوبیاں آپ کن کن کاموں سے پیدا کریں گے۔

خوبیاں	خود اعتمادی	دیانت داری	وعدے کی پاسداری	ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی سے پرہیز	مل جل کر کام کرنا	مناسب قیمت پر اشیا کی خرید و فروخت	مستقل مزاجی اور محنت سے کام کرنا	وقت کی پابندی
معاشی سرگرمی								

برائے اساتذہ کرام

- سیرتِ طیبہ کی روشنی میں دورِ جدید کے معاشی ذرائع (ای کامرس وغیرہ) کے اخلاقیات پر مذاکرہ کروائیں۔